جلد ۱۲	نمبر ۳

مضامین غیر

۱۰ جنوری سنہ ۱۹۲۹ء

رنگون رنگین

مصلح الاقوام مولانا شیخ ... السلام علیکم
آپ جانتے ہیں ہمارا رنگون تو رنگین بھی کو دنیا دیکھ رہی ہے اسی رنگ میں رنگ جاتا ہے جو یہاں کی آب و ہوا کا متقاضی ہے کشمیر کی تعریف میں عرفی نے مبالغہ سے کام لیا ہے جیسی وہاں ہوتا ہے بنگال کے ... چھوٹی چھوٹی کٹیا ہے جیسے خشک ... کی تاک برسات کے پانی سے۔ ہم اپنے رنگون کی توصیف میں شاعرانہ مبالغہ سے کام نہیں لیتے جس کا جی چاہے یہاں آکے دیکھ لے کبھی ... ہر سال کو ... کی ضرورت ... تھوڑی دیر کے واسطے جوان ضرور ہو جائے گا ... دواؤں کے اشتہاری حکیم اکثر ... ہوتے ہیں۔ ان کی مسیحائی نے ایک مردہ بھی کبھی زندہ نہیں کیا ہے ... کی مصیبت ... میں ... چکر وہ کرو۔ مگر ... ڈھاک کے تین پات ہوم تجربہ نہیں ہوتا۔ ... کی شاخ شمشیر نہیں بنتی اسکے برعکس ہمارے شہر کا دریان وہ پھل ہے جسپر حیوان و انسان کی رال ٹپک پڑتی ہے طبیبوں کی مشہور ... (مخزن الادویہ) میں دریان کے عاشق کا حال لکھا ہے کہ ایک متمول سوداگر جہاز پر کروڑوں کا مال لاد کے آیا پہلے پہل جو دریان کی نفیس خوشبو دماغ میں گھسی تو لگا ... کرنے ... کی بولی بولنے لگے کچھ دنوں بعد اسکی خوشبو سے مانوس ہو گیا۔ واقعی عادت کی شروعات ... ہوتی ہے۔ تمباکو پینے کھانے والے کا ابتدا میں یہی حال ہوتا ہے شراب کا پہلا گھونٹ ہی اگلانی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ اگر کسی دو لعاب ... کا ... ہو

حضرت شب اول ہی گراں گزرے گی اسکے بعد عطر عروس ... کی قوت بڑھ جانے کا باعث چین نہ آنے کا ... مزاج حضرات اُمت حضرت لوط علیہ السلام کی طرح مردانہ عشق رکھتے اور اپنے والد محترم ... کا عیب دھرتے ہیں کہ ان مرحوم نے عورت کی جانب التفات فرما کے ... کی ... کی ان کا بھی یہی حال ہے۔ خیر آمدم بر سر مطلب ... صاحب دریان سے اس درجہ مانوس ہوئے کہ ... کی ... کے دریان کھا گئے یہانتک کہ ... بھی دریان خوری کی نذر ہوا۔ چند ... وام سے یہ فرض ادا ہوتا رہا۔ پھر نوبت بانیجا رسید کہ لنگوٹی باندھی۔ دریان کے درخت کے نیچے دھونی رما کے بیٹھ گئے اور مرتے وقت وصیت فرمائی کہ دفن بھی اسی پیڑ کے نیچے ہو (خدا رحمت کرے)

سچ ہے۔ ابو المحجن ثقفی رضی اللہ عنہ شاعر تھے انھوں نے نقشہ فرمایا تھا ؎

اذا مت فادفنی الی جنب کرمة
تروی عظامی بعد موتی عروقها
ولا تدفننی بالفلاة فاننی
اخاف اذا ما مت ان لا اذوقها

دیکھو مروں تو انگور کی تاک میں دفن کر دینا تاکہ ہڈیاں یہ پاک رس چوستی رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ چٹیل میدان میں دفن کر دو، ورنہ اسکے ذائقہ سے محروم ہو جاؤں گا۔ مگر عاشق دریان نے شاعرانہ خیال کو عمل کر دکھایا۔ ہے کوئی شہر یا ملک یا اقلیم جو ہمارے ملک کا مقابلہ کرے؟ کھجور، انار، انگور، سیب بھی اور آم کی مجال نہیں کہ اسطرح کا ایک عاشق بھی دکھا سکیں جس نے انپر جان دی ہو۔

این سعادت بزور بازو نیست
چون دریان آم و آلو نیست

آب و ہوا کا خود نشاط انگیز ہونا کسی کے بس کی بات نہیں چنانچہ راوی رنگین بیان ایک خواب رسیدہ بلیغ تصور میں ... ہوا ... رنگون ... کا واقعہ یوں رقم فرماتا ہے کہ جب دنیا سے حضرت ... نے رخت سفر باندھنے کی تیاری کی اور چل چلاؤ کے ہنگام

میں کلکتہ رنگون ... سے ... جا پہونچے ہنگامے کی صدا ایسی ... شیطانی پردہ گوش ... گری ہوئی گنبد دماغ میں ... تو ... عصائے نگاہ ٹیکتا ... اور ... کا ... ایک ... کا استقبال کرنے پہونچ گیا۔ ... ؎

صید از حرم گشت ... زلف ... تو
زیادہ ... شکیں گشت تو

وہ وہاں سرخ و سفید و زرد ... ہوئے کابلی سیب ... گیسوؤں کے گرد پائے جب لہرائے زمرد ... گنڈے ... دوز و شب کا ... ... زلفیاں ... ظلمت کفر کی ... تھے۔ وہ قد کشیدہ جب بید کی طرح جھکتا تو معتقد کا دل کبھی ... کبھی اچکتا۔

مولانا شیخ۔ آپ کے نامہ نگار کو ... سے عداوت ہے ... قبروں سے انس۔ نہ ... کے عقائد سے ... ہے ... سے ہمدردی۔ ان سب کو اختیار ہے کہ چاہیں تو قبے اور منارے گرائیں اور نہ چاہیں تو تعب ... اونچی قبریں بنائیں اور شوق سے ... بلند قبے کھڑے کریں یہ تو ہیں آدمیوں کی دلچسپی کی باتیں ؎

اپنا ہے یہ طریق کہ ... سے ہیں
... حسد کے ... ہیں

... مصلح قوم ... جانب کو یہ ضرور ... کہ جو لوگ دنیا سے بیزاری کا دعویٰ کرتے ہیں ان پر بھی ہمارے رنگون کی رنگینی ... غضب خدا کا حضرت کا یہ خرقہ ... دیکھیے اور ... کے ... پر نظر کیجیے۔ ... صحبت گرمانے کا خیال فرمایئے۔ جس طرح رنگون کے ... مشہور ہیں ... مضمون ... رنگین مزاجوں کے کلب بھی ہیں۔ یہ کلب ... نوجوانوں نے تفریح ... حاصل کرنے کے لیے کھول رکھے ہیں۔ ان میں ... کھیلے جاتے ہیں ... پر اعتراض کیوں ہے؟ ... شراب کا دور چلتا ہے ... کی حالت کیونکر پیدا ہو؟ ... نہیں فرماتے ہیں معاذ اللہ ... آزاد بھی ہوتی ہے ... بھی

ہوتے ہیں (ملاحظہ فرمائیں) جان بوجھ کے ایسے افعال کرتا ہے جس سے اپنا بھرا ہے بافراط دیکھے افسوس آپ ابھی رموز عاشقی سے ماہر نہیں ہیں (پنچ) غرضکہ کوئی گناہ ایسا نہیں جہاں کلبوں میں نہ ہوتا ہو گناہ ؟ ارے تو بہ جو ایسے بڑے رگوں سے سرزد ہوں وہ گناہ میں گنی نہیں جاسکتیں (پنچ)

راوی کہتا ہے کہ ایک ایسے ہی کلب میں مریدین خاص بمعتقدین باختصاص نے اپنے روشن ضمیر پیر کی ضیافت کی (کیا آپ چاہتے تھے کہ مسجد میں ضیافت ہوتی؟ ۱۲ پنچ) اور بہ مزید علامت تشکر و امتنان مبلغ ایک عدد رنڈی بھی نچوائی جس رنڈی کا اطلاق کوئی مسوزنطرت بمشکل کرسکتا ہے۔ ابھی سے رنڈی کا ہے کو رنڈی کی بہو کہیے۔ وہی بزم تھا پیر فرط شباب میں قیامت کا جلوہ دیکھتا ہے (پنچ) کسمبنت و فرنیٹہ کی سکوڑنی یا حاتم طائی کی جورو مادہ خرس یا میاں تحسین خواجہ بہار کی حقیقی اور صلبی لڑکی۔ یا بچو سور عود بجود بنی چھپکلی چڑیا مینڈک کا کمپچر مگر حضرت ہم تو اس شمع محفل کی قوت مسخرہ کے قائل ہوگئے کیا معنی کہ جیسے ہی پی صاحب نے بجلی سلیپر کا سا منہ کھول کے آواز سار بینے کی ٹھمری ویسے ہی ایک بوٹ (؟) کا کمرشن کے جیب سے منہ میں گھس گیا۔ بات تری ایسی تیسی منع کرتے تھے مرد ود کو پیرت بد گمان نہ ہو دل صاف کرنے گا۔ نہ مانا چڑیل نے اب آنکھ ہیپوڈ نے کا وصال و اتصال علق کے سوراخ سے ہوگیا تو کمبخت تھر تھر۔ آنکھ تھر۔ خاخا خاخا کاری ہے۔ ابھی کیا ہے جو ساری محفل پر نہیں گئے کمالات میں تہلاش آپ مزہ گھس نہ جائے تو سہی بیبوا کس کس کو تھرکے گی۔ جلدی سے تشنیز منگوا دیکھو ورنہ بیچ جبکی حالت خادی ہے اور بازیرون کے سامر ودی کی

رتیاں حضور کے چہرے پر بلا گرداں ہیں اور رعشہ و سوسی کو جواب لینی کا لاڑ دو اگرچہ خاموش ہے لیکن حضور تو مجسم رہتے ہیں جو صورت فطری نا زرا مسخرگی ؟ مگر با صطلاح تصرفات کرامات کا جواراہ ظاہر ہونا ، ڈرے کی شکل اختیار کرلی تو جا گئے رہنے نہ لے گا یہاں تو جہیا کا بل بھی نہیں ہے۔

مارے خیر گزری کہ بعد ڈنڈے کی مداخلت بے جا کے ننڈی کا گانا ہمارے حضور نے پسند فرمایا اور دست خاص



قیامت ہوگئی ہے پا جو تم نے نقاب الٹا

ڈبے خانم: بادشاہی شہرت ہیں ایک بار چڑ جاسہ لست بود۔ ستی نیندی؟

سے مقدس فتنا بھی دیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ تھا پچھ ہی نے منہ لیا تھا مگر خوش عقیدہ حضرات ناقل ہیں کہ سواتری کے کھاتو حکایت بھی باتھا۔ سچ ہے پیروں کی بارگاہ میں کمی کس بات کی ؟ ڈنڈے کی تماشبینی یا کسی خار و زار لڑکوں سے ضرور گلے میں گنگری کے کھنڈانے پڑگئے ہوں گے لہٰذا ابرت کافی مل گئی کچھ پرواہ نہیں اگر ڈنڈے نے گھر میں جوجو لگا کے مزا کیا۔

بندہ مضمون نگار نے سہیم راینچ پیروں کی درگاہ

مقام ننگیں ہر ورق رنگین ہیا ہے ؟ میں جاکے حضور کا نام ایک مجاور سے پوچھا تو وہ سمجھ گئے لگا کہ صاحب یہ ؟ ہمارا ناموس جانتے ہو تو کھالی جھاڑ دو دیا۔ نامور صاحب بازار سے آئے تو جواب ملا۔

ہم مجاور لوگ جھگڑے کی بات نہیں جانتا یہ پیران صاحب ہمارا ملا دا ہے۔ درگاہ کے بارے میں پوچھا تو فرمایا وہ جو بیجا قبر ادھر ہے پیر صاحب انگلاشی اور ادھر کو تھا۔ جو خواب میں بتایا کہ ہم ادھر گڑا ہے تو آ سکے فلک ادھر میں درگاہ بنا یا ہے صاحب۔ مجاور صاحب کے کمالات کیا سمجھیں آتے۔ ان دونوں درگاہ شریف میں قرب تھا پیر جہاں زنا خوب ستر ؟ خود دو چلا کیوں نہ شریک ہوتے۔

آپ جانتے ہیں ہمارا شہر تو ہے گمبیت جس شب ہے ۔ عید شب ہے رمضان شب قدر شب برات شب معراج کیا دھوپ شریف بلکہ تمام متبرک راتیں ہوں گی ؟ ۔۔۔ خراب کیا ہے۔ رنڈی بازی سے دل بہلاتے ہیں تو بجائے قرب کمانے کیوں ثواب آخرت جمع کرنے کا سامان مہیا نہ فرماتے۔

اے اللہ اگر لہو و لعب ہی عبادت ہے تو پھر تو نے خواہ مخواہ پانچ وقت فکر میں لگا نے اور نماز بیٹھی کرنے کا حکم کیوں دیا۔ ان نصائی خوا دوں کی طرف سے بول ؟ کیوں چھوڑا دیا تا چھوڑا دو۔ ورنہ ہم لوگ قیامت کے دن ضرور عذر کریں گے۔ مزے کریں یہ اور یہ بچھ گئے ہو ہم سے !۔ کیوں روزہ چھوڑا کیوں نماز بھولے۔ پنچے نیند سے دل لگی ؟

وا ۔۔۔

داتا بیدا

سنہ ۱۹۳۰ء کی کل جلدیں تیار ہیں طلب فرمائیے۔ قیمت ۔۔۔

منیجر اودھ پنچ لکھنؤ

تحائف سال نو

نمبر ۳

(۶) دکن پنچ :-

حکیم محمد یار خان صاحب وکیل ہائیکورٹ حیدرآباد دکن اس ظریف معاصر کے ایڈیٹر ہیں۔ یہ پرچہ ایسے مقام سے نکلتا ہے جہاں محض حکومت اور امرا کے کارندوں کی شان میں کا فرض ادا کر سکتا ہے باقی فرائض انتظام سے باہر نکل کے ادا ہو سکتے ہیں۔ دریا میں رہنا اور مگر مچھ سے بیر؟

لہٰذا ہمیں شبہ کیسا یقین ہے کہ دکن پنچ کی ظرافت محض اخلاقی اصلاح میں اسی وقت تک کام آویگی جس وقت تک اس کے زد میں کوئی خداوند نعمت نہ آتے ہوں۔ خداوند نعمت کے اطوار و عادات پر نکتہ چینی! استغفراللہ

مگر در کنش نیا ہی ... سر زود دم درکش
نگاہ بانده کے باہر نکل جاتو تقصیر روش

دکن کی ریاست پر موقوف نہیں تمام ہندوستان کی ریاستیں خدا کے فضل سے آئینہ ہیں مگر آئینہ ساز کے آئینوں سے نرالا ہے۔ آئینہ حسن و قبح ہر چیز کا صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ یہ آئینے صرف خوبی دکھاتے ہیں اور برائی ظاہر کرنے یا چغلی کھانے کی قابلیت نہیں رکھتے۔ انتظام کی خرابی کا اظہار در پردہ منتظم کی غفلت کا اشتہار ہے۔ ... حاکم ایسی نکتہ چینی سے ضرور چڑھے گا ... اور نکالے والے پر ... نہیں بنائی بات ہے۔ اسکے علاوہ اگر سر رشتہ ... برٹش انڈیا میں ہوتے پر کسی ریاست میں ... ہوتے ہیں تو انکے خلاف ... اور زیادہ ... حاکم ... دکن پنچ بھی خداوند نعمت ... کی طبیعت ... سال تک ... میں قدم نہ رکھنا۔

حکیم صاحب نے پرچہ نکالا تو ہم خوش ہوئے ... ایک ظریف ... کے فرائض منصبی سے واقف رہنا چاہتے ہیں۔ بہ ایں ہمہ لکھائی چھپائی کے ساتھ ... ہے ... شوق ... کے عنوان سے

... سے ... دوام ... ہے ... شوق ... کی ... شعر و سخن کا شغل ہے ... کی ... بھی ضرورت ہے۔ ... ظرافت ... کرے گی۔ ... کے متعلق ... خاصا ہے ... اعتراض ... ہے کہ ... بعض ... کے فرائض ... کے بعد ... کیا ہے ...

کابل میں نئی روشنی یا تہذیب کا اندھیر



مرد اس قاعدہ ستر ... کی مخالفت کرکے ... سے محروم رہیں گے۔ قدرت کا ... مستعد ... حکمت سے دور ... ہوا ہے۔ یہ مضمون اکبر مرحوم کی نظموں کے ... ریٹ ہو گیا۔ خود مضمون ... ہیرا جس میں ظرافت ... اور سرکشی ...

ہر حال یہاں دکن پنچ ذکر کئے ہیں تو ... ہمدردی ... سکتا ہے

(۷) بقائے دوام :-

چھوٹی سی خوبصورت کتاب ہے۔ ... صاحب اسکے مصنف ہیں۔ اسکی قیمت ایک روپیہ ہے ... دفتر ... سے مل سکتی ہے ... بحث ... نہیں ... روح ... کے بعد باقی رہتی ... جن لوگوں کو کسی مذہب سے تعلق ہے وہ مرگ ظاہری کے بعد ایک دوسری زندگی کے قائل ہیں۔ ہمیں کسی مرنے والے سے بیداری میں ملاقات کرنے کا اتفاق نہیں ہوا جو پوچھتے کیوں میاں کیا حال ہے؟ ہاں خواب میں انکی صورتیں دیکھی ہیں خواب کی آنکھ اور بیداری کی آنکھ میں فرق ہے۔ ... خود مرگ کی حقیقی ... ہم خواب کے بعد بیدار ہوں گے اور ... کے بارے میں ... کتاب ہے

وہ صورتیں الٰہی کس ملک بستیاں ہیں
اب دیکھنے کو جنکی آنکھیں ترستیاں ہیں

... اس عالم سے واقف ... یہاں سے ... لوگ بستے ہیں ... تفصیلی علم نہیں تو اجمالی علم ضرور ہو جانے کا ... ہمارا ارادہ نہیں ہے ... دوسری بات ہے۔ اور ... میں ... بہت ... ہو گئے ہیں۔ ... ان ... اقوال ... یقین ہے۔ ... نہایت مبہم ہیں۔ پہیلیاں ... پہیلیوں میں اور ... فرق ہے ... اور ... ہے ... قطع تعلق ... کر ... ہے ... مرنے ... ہیں ...

خیالات و ادراکات قیمتی ہے لیکن یہ دوسری زندگی بھی فانی ہے دوامی نہیں۔ غالباً اس عالم حادثہ کی بنا پر کہ جس سے مرنے والوں اور انکے ساتھ دلی تعلق رکھنے والوں کو لگاؤ ہے وہ بھی باقی رہیں گی۔ آخر فنا آخر فنا سرمدیت سرمد اور ذات واجب ہے۔

شعراء اور ظاہر بین حکماء زمانے کے غیر منقطع تسلسل کو مدی تسلسل پر قیاس کرنے کے بعد اس دھوکے میں ہو گئے کہ روح دوئی ہے حالانکہ زمانہ خود حادث ہے غیر متعین ہے۔ نظام ہم پا نظر آتا ہے۔ ظاہری دیرپائی کا نام دوام رکھ لیا۔ اس کی تقسیم افلاطون آئین نے متطور و غیر متطور دو قسموں پر کی ہے ہم جس چیز کو زمانے سے تعبیر کرتے ہیں وہ آنات قبل و بعد پر مبنی ہے۔ غیر متطور ہے مرنے کے بعد روح کو اپنے جسم مثالی ذہنی حیثیت بعد متطور سے سابقہ ہوتا ہے۔ خیر کون جھک جھک بک بک کرے۔ روح کا مسئلہ ایسا آسان نہیں کہ غیر کافی ریاضت کیے اور اپنے جسم مثالی کو جسم عنصری سے جدا کیے سمجھ میں آجائے۔ اس بحث پر قدما کی بہت سی کتابیں موجود ہیں صرف سے قریب تر حکماے الٰہیہ (شرعیہ) کے اقوال لیا شکر ہے کہ اسلم صاحب نے حکماے یورپ کے سطحی اقوال نقل کرنے میں چنداں شرعی مخالفت نہیں کی۔ شکایت ہے تو اتنی کہ انھوں نے برمحل بے محل پروفیسر سر ڈاکٹر اقبال کے اکثر ہیچ اشعار سے تمسک فرمایا ہے جنکی بقول حضرت یار عادت سی ہو گئی ہے کہ جس بات سے واقف نہ ہوں گے اسکے جاننے کا دعویٰ فرمائیں گے۔ جو نسبت خواب کو بیداری سے ہے وہی نسبت شاعری کو حکمت سے ہے۔ ڈاکٹر اقبال کا جو حال شاعری میں ہے وہی حکمت میں بھی ہے۔ بے تکی بوجھی باتوں کی علامت یہی ہے کہ دوسرے کی سمجھ میں سمجھانے پر بھی نہ آئیں۔ انکے الفاظ حکایت مطلب سے اکثر دور رہ جاتے ہیں۔ شرح حکمة الاشراق ہیاکل النور، فتوحات مکیہ وغیرہ اور حکماے ہند کی مشہور کتابیں دیکھنے کے بعد اگر یہ کتاب مرتب ہوتی تو ایک چیز ہوتی۔ کم از کم سقراط کی آخری تقریر کی شرح جو افلاطون نے لکھی ہے اسی کی جانب توجہ کی جاتی۔

اسلم صاحب نے اپنی ایک نیم خود غرضی کی وجہ سے متاثر ہو کے یہ کتاب لکھی ہے اور اس امر کا یقین حاصل کرنے کی سعی فرمائی ہے کہ جلد ہی (خدا نخواستہ) وہ اپنی عزیزہ سے جا ملیں گے یہ تحصیل حاصل ہے۔ اے حضرت اس میں شک ہی کیا ہے کسی کی مجال ہے جو موت کا انکار کرے ذات باری کی ذات کا انکار آسان ہے مگر موت کا نہیں۔ بہرحال سال جدید کا یہ تحفہ بُرا نہیں۔ اگرچہ قبل از مرگ واویلا ہے یارو خوش رہو جو کچھ ہونے والا ہے وہ پلک جھپکاتے ہی ہو جائے گا۔

منطق آرا بیگم بنام آغا امان اللہ خاں

(نمبر ۲ تتمہ ۲۴ر جنوری ۱۹۲۹ء)

آغا جان!

میں نے ساری عمر منطق کے مطالعہ میں صرف کی مگر خدا جانتا ہے کسی کتاب میں یہ نہیں پایا کہ تیر و داڑھی منڈوانے والے آفتاب ترقی سے بہت پیچھے ہیں یہ تہذیب کے لوازم پورے نہیں کر سکتے تمدن کی درستی نہیں کر سکتے ہوائی جہاز ریل، تار، برقی روشنی، صنعت و حرفت کل کمانی کسی داڑھی منڈے سے ہیٹ پینٹ سوٹ پتلون والے کی محتاج نہیں۔ یہ باتیں عقل کی محتاج ہیں داڑھی اور عقل میں تباین پرانی ضرب المثل میں سنا تھا عاقلی سے خلیفہ معتصم باللہ نے کہا تھا دیکھئے طولیہ تیری داڑھی لمبی ہے مگر دیکھا ہم نے لمبی داڑھی نے کیا فتنہ برپا کیا۔ ہاں جبکی کوئی روحانی رابطہ ہو تو بندی اس سے واقف نہیں بندی صورت ذات ہے۔ داڑھی مردوں کے منہ پر نکلتی ہے مجھ بیچاری کو اسکا تجربہ نہیں مگر آج تک یہی سننے میں آئی کہ بے داڑھی مونچھوں والا گروہ (عورتیں) ناقص العقل ہوتا ہے۔ یورپ والے داڑھی منڈا کے ناقص العقل گروہ سے مشابہت پیدا کرنے میں کسی عقلمندی کا ثبوت نہیں دیتے۔

یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسے کوئی کہے "جرخا کر بھی نہیں موتوں کا ہے" سقراط افلاطون جالینوس ارسطو سب داڑھی والے تھے بیچارے تمام کام داڑھی سے لیے کرتے رہے کوئی بال انکے کاموں میں نہ الجھا۔ انکے علاوہ داڑھی مونچھ مردانہ زیور ہے۔ عرب جنگ شاہ میں جب آئے تو داڑھیاں مونچھوں میں دبا کے لڑے اور فتح پائی۔ کیا اب دنیا میں ایسے جنگی افسر پیدا ہو گئے ہیں جو داڑھی سے بے پروا ہیں؟

جب تک مونچھ اور داڑھی تھی اسوقت تک لوگ اتنے بہادر ہوتے تھے کہ توپ اور آگ کے دریا میں گھس جاتے تھے۔ جب سے داڑھی مونچھ کا صفایا ہوا ایسے افسر بھی نکل آئے جو بہادری سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے جس طرح عورتیں اپنے کوس پر بیٹھ کے گالیاں دیتی ہیں اسی طرح یہ مرد اپنے کوس سے دشمن پر گولیاں برساتے ہیں۔ ہماری گالیاں اور انکی گولیاں ایک ہی تمثیل بزدلی سے لگی ہیں۔ نہ ہماری گالیوں میں بہادری کا اثر نہ انکی گولیوں میں۔ گالیوں کی چوٹ دکھائی نہیں دیتی مگر دل کا گھاؤ دکھائی دیتا ہے۔ مگر کارگر دونوں ہوتی ہیں

آنچہ زخم زبان کند با مرد
زخم گولی و سناں نکند

آغا۔ ذرا غور تو کرو مسلمانوں نے داڑھی کے باقی رکھنے میں کتنا اہتمام کیا ہے۔ مانا کہ یہ سب بے وقوف تھے اور تم عقلمند ہو۔ داڑھی اسلام کے واسطے کوئی ضروری شے نہیں لیکن سمجھاتے آتے آئے ہیں۔ اسلام سے پہلے مسلمان ایک چیز کو اپنے واسطے ہمیشہ سے ضروری سمجھتے ہیں یہ ہے۔ اپنا خیال کیجئے مگر بیل ہاں مگر نک سلاطین بنی امیہ میں سے ایک بادشاہ تھا انہی جیسی داڑھی رکھتا تھا کہ باغ کی سیر کرنے جو گیا تو داڑھی کی جھاڑی میں بچھو گھس گیا اور ایک عرصہ تک اسی مصیبت میں الجھا رہا کسی طرح نکلنے کی راہ نہ پائی آخر وہاں بڑا حکیمت رسید کی تب معلوم ہوا کہ حضرت داڑھی میں ٹہلتے پھرتے ہیں۔ بچھو نے ڈنک مارا بادشاہ سلامت کا منہ سوجا ہی تھا! پھر بھی داڑھی بدستور باقی رہی۔ در اصل عرب کچھ یورپ کا بادشاہ ہوتا تو اسی وقت یہ جھنجھٹ دور کرتا۔ آغا نہیں تھوڑا سا صبر لازم تھا۔ ہم بھی ہیں عظیم الشان حقائق کے اہتمام کے طور پر ہیں۔ اکثر



نغمۂ صبحگاہی

منشی :- ایسو برج کے کیا تم ہی ہو اجارے دار؟

ہم خیال
انگلستانی - خود غرضی :- آں - آں - گاڈ لاتم بار بار - ایسو برج کے کیا تم ہی ہو اجارے ..... آں ہے؟
غمازی :- موری اکھیا کے کرو نیم تار مار؟
تعصب :- ... چپت لیو بار بار - گالی میں ... آجار ...
دھاندلی - تم ایک ایک ہم چار چار - ایسو برج کے کیا تم ہی ہو اجارے دار؟

(با فضل جی رنگ ہے)

دیکھا ہے کہ اہتمام اور انتظام کی وجہ سے غفلت ہوئی تو وہ چیز بھی باقی نہیں رہی۔ عورتوں کے سر اور مردوں کی داڑھی منڈوانے سے خاندان میں بل نہیں پڑ جاتا مگر یہ ایک بے وقتی ضرور ہے۔ سو کیو برا نہ مانا یوں ہے ظاہری وضع اور قوم ہو باطنی وضع ہو پہناوے کی باطنی وضعداری یہ ہے کہ باہر کپڑوں لٹھا ہی چیزوں میں وضعداری کا پاس نہیں کرتے۔ تمھاری پیٹ اپنے باپ داداوں کی باطنی وضع یہ ہے کہ تم اپنے وطن کی محبت سے خالی ہو اور وہی طور طریق اختیار کرتے ہو جس سے وطن کی نفرت جھلک رہی ہو جو کسی حریص خواہش کے موجد ہونے کی حیثیت سے قابل عزت نہیں تم وضع اور فیشن کے ساتھ اپنا ضمیر بدل ڈالنے کی کوشش کرتے ہو اسلیے مجرم ہو۔

خیر مجھے اس سے کیا آپ گنے مکروہی داڑھیوں میں جنھوں نے خون کے دریا بہائے اور ہم کا پڑے اس جوڑے دسر میں جس نے بیٹھے بٹھائے دو میر [illegible] یا گروہ یا مضمون رشتی رساز خوشنوا اور نیز [illegible] وضع وطن خوروش نشین پر قوم کو فدا کرنے والے معدوں پچاسی کے قابل ہیں۔ جو لوگ تمھاری طرح سوال کرتے ہیں کہ تم جمہوریت پسند ہو وہ بھی سوسے منطق نہیں جانتے۔ بے عیب جو کوئی آتے ہیں کو رے اسٹرے سے سر منڈے اور بزرگوں کی داڑھی پر چوٹ کرے وہ انسان ہی کب ہے جو اسے کوئی جمہور کا مصلح سمجھے۔ وضع اور فیشن بدلنے اور اختیار کرنے میں غفلت خطرناک ہے۔ یہ خیر کیسا؟ مجھے دیکھو ذرا پٹے دو سو دفعہ خوشامد کی کہ آج کل باڈی اور ساری کا رواج ہے۔ خدا کے لیے بیگم تم بھی پہنو واللہ جو تم ذرا پہننے پر راضی ہو تو ابھی علاقہ رجب کی گرنٹ ڈول اور اپنے ساتھ کارچوب بنوا کے تمھیں پہناؤں۔ اور بنارس والے ابھی ڈھونڈ رہا ہوں ایسی عمدہ ساری لاؤں کہ شہر میں کسی کے پاس نہ نکلے۔ میں نے کہا نواب جیکی وضع ایک اسکا باپ ایک۔ بیٹے بھی کون کفن میں پلٹے۔ آقا تم سے تو میں بڑھیا اچھی کہ اپنی وضع کا پاس تو ہے۔

چلتے وقت ایک نصیحت اور سن لو ہندوستان میں بچہ لڑکا نہ نس ہو جائے اور برطانیہ کی حکومت پر آنکھیں نکالتے ہیں کہ خیبر ایر جفتی بچے کا ساتھ نہ دو نہ دو ورنہ ہم گرفتار کیے اس ہنگامے کی پروا بھلا ہماری کھیلی کھائی ہوشیار پالا کہ سیانی سرکار تو کیا کرے گی مگر تم تو کاہے آموز شاید اپنی جگہ پر خیال کرو کہ یہ جیتے جاگتے دو کوئی جان رکھتے ہیں تو آقا و بخیر مت ہے۔ جب تم کا جیدا کے ہم قوم ہم وطن دو بار کر ہونے کے بعد ستوبیچے کابل بیکار کر سکے تو یہ بیچارے چہ ساعتی خلافت سے کیا نفع پہنچا سکتے ہیں ان کے واسطے تمھارے طفیل میں لیڈر بننے کا بلیوں سے راہ دو ہم بڑھانے اور پیٹ پالنے کا نیا ذریعہ نکل آیا ہے۔

برطانوی حکومت اپنا نفع نقصان ہمتر جانتے والوں سے زیادہ سمجھتی ہے۔ اور یہ ہمتر جانے والے بھی آج تمھاری حمایت میں غل مچاتے ہیں کل انھیں میاں جفتی بچے کو خلیفۃ المسلمین کا خطاب دے کے انکی مدح خوانی کرینگے شرط یہ ہے کہ وہ کابل پر اچھی طرح تکا بو پا جائے۔ انھیں سجدہ کرنے کیلیے ہمیشہ ایک قوت بازو رکھنے والے کی تلاش رہتی ہے۔ جفتی بچہ ابھی تمھارے پیچھے ہوئے سگاروں کی بوشاہی ایوان سے نکال رہا ہے اس کام سے فراغت پانے کے بعد اسکی سعادت اتنی آئینی کہنے والے پاک ذات مقدس کی عزت بچا کھانے کی وقت آنے دو ستارا الملۃ والدین مجاہد غازی وغیرہ سبھی اور سلام کمت اخلاص دا لتوحید اعلیٰحضرت پیر دستگیر حبیب اللہ خان کہتے انھیں زبانوں کو شیخ جو اسے بچہ سقو کہتے ہیں۔ آج انھوں نے تمھارے بھرپور میں کابلی مسلمانوں پر جہاد کرنے کے لیے مگر کسی پیچ کیا خوب!

یہ ترکش میں دو تیر نہیں۔ خان جادو آتے ہیں۔ کل یہی کہیں گے کہ یہ خونریزی ہے۔ تخت کابل پر کسی کی میراث نہیں۔ الملک للہ والارض للہ یہ شہادت شاہ خدا کے غازی حبیب اللہ کو بس جانشین رسول اللہ کی ساری خصلتیں اس میں موجود ہیں ؎

خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما در آں باشد

سرور اور ان شاہ نیک قسمت میں مگر ضعیف ہیں۔ خدا حافظ آقا تمھارا خیر خواہ سپاہی ہدایت زدست بچہ سقو کا برادر۔

راقم

منظور احمد ابراہیم

مولانا پنچ کی نوٹ بک

غلام اور بچہ سقو

آج میاں جفتی کی حکومت جو افغانستان میں ہوگئی تو اہل نظر متعجب ہیں مگر تاریخ بتاتی ہے کہ حکومت کوئی ان کے پیٹ سے لے کے پیدا نہیں ہوتا۔ مسلمانوں کی عجیب و غریب مساوات پسندی اس قسم کے واقعات اکثر پیش کر چکی ہے صرف ایک مسئلہ کا ذکر بیان کیا جاتا ہے۔ خلیفہ عبدالملک بن مروان کا عہد ہے۔ انکے زمانے میں مکہ کا گورنر عطا ابن ابی رباح تھا غلام۔ یمن کا گورنر طاؤس بن کیسان تھا غلام۔ مصر کا گورنر یزید ابن ابی حبیب تھا غلام۔ شام کا گورنر مکحول دمشقی تھا غلام۔ الجزیرہ کا گورنر میمون بن مہران تھا غلام۔ خراسان کا گورنر ضحاک ابن مزاحم تھا غلام۔ بصرہ کا گورنر حسن بن ابی الحسن تھا غلام۔ صرف کوفہ میں ابراہیم نخعی حاکم تھے جو ایک قبیلہ کے سردار تھے۔ باقی جس صوبہ میں دیکھیے ایک غلام ڈٹا ہوا ہے۔ میاں جفتا کسی کے غلام نہیں صاحب ہمت و قوت وشجاعت خود ساختہ و میدان میں اگر سکندر و دارا مشتاق ہی کھیتے اور کشور افغان نے اور تخت شاہی پر بیٹھ گئے ہو سے تو آخر اسمیں کیا قباحت ہے مسلمان کیوں نہ سمجھتے ہیں ؎

ہر کہ شمشیر زند سکہ بنامش خوانند

میاں جفتا کے کن سے پر شیشے گھٹا اگر بڑا ہوا ہے تو کیا؟ نہیں لالہ گنگا کمار کی طرح جھٹے کی ترقی کا اصلی سبب بیان کرنا نہیں آتا۔

نقل ہے کہ وہ گنگو تھے کمار بیاسے کرم وجہ دا کبھی جب جوش میں آتا ہے تو کمار اور جفتی نہیں دیکھتا کسی جگہ سے لالہ گنگو صاحب خروٹ ہوگئے مگر کندھے پر جھینگی اور ٹوپی اٹھانے کے نشان موجود تھے مقتول کا تعلق ان گھٹوں کو شانہ سکا۔ پہلے تو کمار تھے اللہ نے راجہ سے مہاراجہ کر دیا۔ صد کمار اشنان کروانے کی خدمت پر معین ہوگئے۔ یہ اشنان کر رہے تھے اور خدمتی کمار گھٹوں کی سنگت اور اپنے کندھوں کے نشانوں کی مشابہت پر غور کر رہا تھا۔

گنگو تہ درے کا نشانات ہے: دکیا دیکھتا ہے جو۔

کمہار :۔ پیشتر سرکار کے گھوڑوں کو گدھا کس کس دکھیا ہے؟

لنگور :۔ لڑکا ہیں یہاں گھوڑوں کو چرست رہیں۔ کو اب رو ان کے گھٹنا چلے گئے (یعنے میں گھوڑے پر چڑھنے سے رکابوں کے تسموں کا نقصان پڑ گیا)۔

میاں جھنجھنا کے جیسے بطن طارت یادشاہی ہر پلا بھی سکا تھا جسے اللہ میاں نے خود بادشاہ بنایا۔ اب بعض اہل قلم خواہ مخواہ جھیپے جاتے ہیں۔ کیسے آپ جھیپنے کو ہیں؟ خدا نخواستہ آپ کے کاندھے پر تو پر نہیں ہیں یا کہ گھٹنوں نہیں ہیں؟

سقو کا حمایتی نائی

ایک نامہ نگار یہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک قوم کے نائی صاحب بچہ سقو کی حمایت میں بہت مبالغہ کرتے اور بال کی کھال نکالنے کی جانب بہت میل رکھتے ہیں خدا نے چوٹی کی سی زبان دی ہے ہر وقت ٹپ ٹپ بولتی ہے اور [illegible] کا سا نشتر جیسی ہے جو خواہ مخواہ تو [illegible] ہے انکی حجامت بنائیے :

نامہ نگار صاحب کی فہمائش قابل توجہ ہے نہیں ہے کہ اس طرح دنیا بھر نائی کا فرض منصبی ہے۔ نائی کسی قوم کا نام نہیں پیشہ کا نام ہے۔ ہندوستان میں فرقہ بندی باعتبار پیشہ بھی ہے باوجود اسکے کہ [illegible] کے علاوہ بڑے بڑے آدمی نائیوں کے سامنے سرنگوں ہوتے گردن جھکاتے کانوں پر ہاتھ پھیرتے مونچھوں کے بال کچرتے یا چرواتے ہیں انکی چوٹیا نائیوں کے ہاتھ میں رہتی ہے۔ نائی انکے کان کبھی ادھر پھیرتے کبھی ادھر پھیرتے کبھی دوسری طرف گھماتے ہیں اور یہ چوں نہیں کرتے جو زدو لطافت فرماتے ہیں جو کچھ انہیں [illegible] بچہ سقو کی چوری کی کوئی [illegible] نہیں [illegible] تو قوم [illegible] آپ انکی طرف دیکھئے نائی سے کیوں الجھ [illegible] کے جو [illegible] بال نوچیں کیسے جو [illegible] کہ نائی بھی [illegible] ہوتا ہے [illegible] کہ نائی [illegible]

نائی۔ حضرت ہارون رشید کو یاد ہے کہ ایک شب جب وہ تیار ہوئے کہ میسر آیا القاب اور ہم کیا چیز ہیں جب ہارون نے فضل بن ربیع کو خلیفہ نے حکم دیا کہ حجامی کو بلاؤ نائی نے آ کر جیب و دستار لیا اور کہا ایک صاحب نے خلیفہ نے خط بنانے کا حکم دیا خلیفہ (نائی) صاحب بال گھوٹے ہی سوال واقع دیا :۔

نائی :۔ یہ حضور نے شاہزادہ امین کو چھوڑ کے مامون کو اپنا ولیعہد کیوں مقرر فرمایا؟ :۔

خلیفہ :۔ آپ حجامت کیجیے جواب دیا جائیگا :۔

نائی :۔ حضور نے آخر جعفر وزیر کی گردن مارنے میں کیا مصلحت تھی؟ :۔

خلیفہ :۔ اسکا جواب بھی خط سے فرصت ہو جانے کے بعد عرض کروں گا :۔

نائی :۔ رقہ و بغداد سے جانب غربی ایک فرسنگ کے فاصلہ پر کوئی [illegible] جو بہ قتل جعفر خلیفہ ہارون اکثر یہاں مقیم رہتے تھے اور رہنے کے قابل جگہ نہیں۔ بغداد کے خالی خان کو چھوڑ کے حضور نے اس کو جو میں کیوں قیام فرمایا ہے :۔

اب خلیفہ کے صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ مسرور طلب ہوا کہ زری تلوار سے ان حضرت کی عقل کے ناخن تراشیں۔ کمبخت کی زبان قینچی کی طرح چل گئی مرد ود نے تین باتیں پوچھیں اور تینوں ایسی ہیں کہ اگر میرا اپنا بھی پوچھے تو اسے بھی نہ بتاؤں۔

ملاحظہ کیجئے ایک نائی ہارون الرشید ایسے خلیفہ کے شخصی اختیارات سے بے خوف ہو کے دخل دینے کی جرأت رکھتا ہے تو آج ہیں انکے زبان و قلم کیا قابو ہے آج کل آزادی پیشتر سے زیادہ ہے۔

بوجوہ مذکورہ کسی کو حجامت بنانے والے ان سب اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

المختصرات

المختصر یہ کہ بچی صحبت ناجنس سے جماعت مولوی حمادہ رسول امیروں کی ہم نشینی سے گھبرا گئے ہیں فرماتے ہیں مسکین جا لس مسکینا میسر کوئی قوم نہیں مگر سرور شاہ افغانستان و دشمن ہم قوموں کی ہم نشینی نصیب نے تہذیب کی ہلاکت تعلیم پر قربان کو ترجیح دی اپنے ترک اور معزولین کے مقر خاص پیرس کی سیر فرمائیں وہاں احمد علی شاہ ایرانی اور سابق مہاراجہ اندور کے سے کشتگان تہذیب موجود ہیں خستگی کی داد خوب ملیگی کابل کا جاگ گمر ہندوستان بھی ہے مگر اسے تہذیب سے علاقہ واجبی واجبی ہے۔ کچھ دنوں بعد شاید رہنے کے قابل ہو جانے سر دست نہیں۔

المختصر یہ کہ نیلا مشل قبائلستان و بیشاور (ہو ہو)

حاجی محمد علی صاحب دام عنایتہ نے قبول بعض حامی دمشق میں کسی اخباری وکیل (ازمانہ دم) سے فرمایا کہ اما اور [illegible] میں اسلام نہیں تھا بیچ ہے اسلام حال سے تعلق رکھتا ہے۔ دیکھئے کب حاجی صاحب اسلام کے رشتہ میں منسلک ہونے کی حقانیت فرماتے ہیں سخت انتظام ہے۔

المختصر یہ کہ مسٹر ایلو [illegible] سے بھی [illegible] نے خدا جانے کیوں سم جنت رکھا ہے جہاں وہ [illegible] ہو جاتے ہیں وہیں سے قتل پھوٹتا ہے جو یہاں کوئی [illegible] ہو جاتے ہیں تو وہاں جو روکا تلاش کرنا پڑتا ہے نہیں یہی مسیح و پنڈتوں سے اتفاق ہو گیا تو [illegible] اندیشہ خیال نہیں کرتے کیا ستم کا اگر جوش میں کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی جس سے بھی زیادہ بیچ تو اسکا عذاب انہیں مہاراجہ کی گردن پر ہو گا۔ مہاراجہ بیٹھے جائینگے جو رپ اور وہاں سے کوئی میری کی بہن لے آئینگے جو طیب خاطر اس وعدہ پر نکاح کرے گی کہ جواولاد و ذریت ہوگی وہی گدی کی مالک ہے۔ مگر ان حکومت کی جوتی کو غرض نہیں جہاں جھنجھٹوں میں پڑے وہ کسی کے پرائیویٹ یا اندرونی معاملات میں کب دخل دیتی ہے؟ ! انشاء اللہ انکے بڑھاپے پر رحم کرے۔

المختصر یہ کہ مزاج شاہزادہ ۔ [illegible] کی نخاست ہیں خواہ مخواہ دیر ہوتی ہے اور شاہزادیوں کی تیوریاں پڑ جاتی ہیں۔ وہ تو خیال نہیں فرماتے کہ اگر کوئی دماغ تو ہی ہوتا تو کیوں ناخیر ہوتی۔ تیوریاں پڑنے سے جلد چارہ نہیں سکتا۔ وارد ہی تیوریاں [illegible] کو میں

غذائے روحانی

معارف النغمات

یعنی

وہ بے نظیر کتاب جس نے سچ مچ ہوا میں گرہ لگائی

اور

ایک گراموفون کی طرح سروں کے محفوظ رکھنے بلکہ گلے کے جملہ حرکات کا غذ پر لینے کے قواعد سکھائے

یہ ایک مشہور و معروف کتاب ہے

تا حال موسیقی کے جزو علمی پر اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی

مصنف نے

اساتذہ فن کے علم سینہ

کو

علم سفینہ بنایا ہے

یعنی

تان سین کے عہد سے لیکے زمانۂ حال تک صدہا اساتذہ فن کی گائکی اور انکے گلے سے نقل کی ہوئی دھرپد اور ہوری کا نقشہ کتاب پر کھینچ دیا ہے

استاد محمد علی خاں

میاں تان سین کے آخری یادگار تھے صدہا راگوں کی دھرپد اور ہوریاں اس کتاب میں انسے نقل کی گئی ہیں۔ لطف یہ کہ اگر آپ سُر گلے سے ادا کرنے پر قادر ہیں تو کتاب کے رموز سمجھ لینے کے بعد جو کہ نہایت وضاحت سے ابتدائے کتاب میں لکھ دیے گئے اسیطرح ہر ایک راگ کو برت سکتے ہیں جسطرح کہ خود استاد تعلیم دیتا ورنہ ایک معمولی ہارمونیم یا سارنگی سے کام نکال سکتے ہیں انکے علاوہ دیگر مشاہیر کا سرمایۂ ناز بھی آپ کو اس کتاب میں ملیگا۔ فی الحقیقۃ مصنف نے لاکھوں روپیہ صرف کیا اور ایک عمر کی محنت سے کام لیکے اس کتاب کو مرتب کیا ہے۔ حصہ دوم نہایت مقبول ہوا تمام ہندوستان کے استادوں کا سرمایۂ ناز اس میں موجود ہے۔ قیمت پانچروپیہ محصول ڈاک بہرحال ذمۂ خریدار۔

المشتہر منیجر اودھ پنچ لکھنؤ۔